بسم اللہ الرحمن الرحیم

الرای النجیح فی عدد رکعات التراویح

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ صلوٰۃ تہجد اور صلواۃ تراویح دو نماز ہیں یا ایک اور صلوٰۃ تراویح کی جو بیس رکعت پڑھتے ہیں آیا یہ مسنون ہیں یا بدعت اور قرون ثلثہ میں سے کسی عالم کی رائے بسبت رکعت کے بدعت ہونے کی ہوئی ہے یا نہیں اور ائمہ مجتہدین کا اسمیں کیا مذہب ہے۔

بَیِّنُوْا تُوْجَرُوْا

اَلْجَوَابُ

حَامِدًا وَّمُصَلِّیًا

اقول وباللہ التوفیق کہ نماز تہجد اور نماز تراویح ہر دو صلواۃ جُداگانہ ہیں کہ ہر دو کی تشریع اور احکام جُدا ہیں کہ تہجد ابتداء اسلام میں تمام اُمت پر فرض ہوا اور بعد ایک سال کے تہجد کی فرضیت منسوخ ہو کر تہجد تطوعاً رمضان وغیر رمضان میں جاری رہا قال اللہ تعالیٰ یاایھا المزمل قم اللیل الآیہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں حدیث طویل ہے کہ تہجد بعد فرض ہونیکے نفل ہوگیا چنانچہ ابوداؤد نے روایت کیا ہے قال قلت حدثینی عن قیام اللیل فقالت الست تقرأ یاایھا المزمل قال قلت بلیٰ قالت فان اول ھذہ السورۃ نزلت فقام اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی انتفخت اقدامھم وحبس خاتمتھا فی السماء اثنی عشر شھرا ثم نزل آخرھا فصار قیام اللیل تطوعا بعد فریضۃ الیٰ آخر الحدیث اس سے ثابت ہوا کہ تہجد قبل ہجرۃ ابتداء اسلام میں تطوعاً مشروع ہو چکا تھا اور اسپر سب صحابہ تطوعاً رمضان وغیر رمضان میں عمل درآمد رکھتے تھے اور تراویح کا اُس وقت میں کہیں وجود نہیں تھا پھر بعد ہجرت کے جب صوم رمضان فرض ہوا

تو اُس وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خطبہ پڑھا اور اُس میں یہ فرمایا جعل اللہ صیامہ فریضۃ وقیامہ تطوعاً الخ الحدیث اس روایت کو مشکوۃ نے بیہقی سے نقل کیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ قیام رمضان اس وقت تنفلاً مقرر ہوا اور اس سے یہ سمجھنا کہ تہجد جو سابق سے تطوع تھا اُس کا ذکر فرمایا ہے۔ بعید ہے کیونکہ اگر یہ مقصود ہوتا تو اس طرح فرماتے کہ نماز تہجد اب بھی نفل ہی ہے یا مثل اسکے کچھ الفاظ فرماتے اسواسطے کہ تہجد پہلے سے رمضان میں جاری تھا پھر اب اس کا ذکر کرنا کیا ضرور تھا جیسا کہ دیگر صلوات فرض ونفل کا کچھ ذکر نہیں فرمایا البتہ بعض احادیث میں اعمال رمضان کی فضیلت فرمائی ہے اور اس فقرہ میں کوئی فضیلت کی بات نہیں بلکہ دوسری صلوۃ نفل کی مشروعیۃ کا ذکر ہونا ظاہر ہے اور دوسری روایت میں سنن ابن ماجہ کی اس طرح پر ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کتب اللہ علیکم صیامہ وسننت لکم قیامہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے باذن اللہ تعالیٰ قیام رمضان کو تطوعاً مقرر فرمایا حالانکہ تہجد خود بحکم خدا تعالیٰ قبل اس سے نفل ہو چکا تھا اور قیام رمضان کو خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تنفل فرمایا سو اس سے بھی معلوم ہوا کہ تہجد وتراویح شرعاً دو نمازیں ہیں کہ دو وقت میں مقرر کی گئی ہیں اور تہجد قرآن شریف سے ثابت ہوا اور تراویح حدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہر روز تہجد کو آخر شب میں پڑھا ہے چنانچہ بخاری ومسلم کی روایت ہے قلت فای حین کان یقوم من اللیل قالت کان یقوم اذا سمع الصارخ اور دیگر روایات سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے اور تراویح کو آپ نے اول لیل میں پڑھا ہے مشکوۃ شریف میں ہے۔ عن ابی ذر قال صمنا مع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فلم یقم بنا شیئاً من الشہر حتی بقی سبع فقام بنا حتی ذہب ثلث اللیل فلما کانت السادسۃ لم یقم بنا فلما کانت الخامسۃ

لے فرض کر دیے اللہ تعالیٰ نے روزہ اُس کے فرض اور قیام اس کا نفل ۱۲ لے فرض کر دیے اللہ تعالےٰ نے روزہ اُسکے (یعنی رمضان کے) اور سنت بنایا میں نے قیام اُس کا ۱۲ سے پھر کہا میں نے (یعنی راوی نے) پس کس وقت تھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اُٹھتے رات کے۔ فرمایا جب سنتے تھے آواز مرغ کی ۱۲ سے مروی ہے ابوذر سے کہ روزے رکھے ہم نے ساتھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پس نہ قیام کیا ہمارے ساتھ مہینے میں سے یہاں تک کہ سات دن رہ گئے اور مہینہ اُنتیس دن کا تھا پس قیام کیا ہمارے ساتھ (یعنی تیسویں رات کو) یہاں تک کہ گذر گئی تہائی رات پس جب چھٹی رات آئی (یعنی مہینے کی آخر سے شمار کرتے ہوئے اور بعد وہ انتیس والے مہینے میں چوبیسویں رات ہے) نہ قیام کیا ہمارے ساتھ پھر جب اسی حساب سے پانچویں رات کہ فی الحقیقت ۲

قام بنا حتى ذهب شطر الليل فقلت يا رسول الله لو نفلتنا قيام هذه الليلة فقال ان الرجل اذا صلے مع الامام حتى ينصرف حسب له قيام ليلة فلما كانت الرابعة لم يقم بنا ..... فلما كانت الثالثة جمع اهله ونساءه والناس فقام بنا حتى خشينا ان يفوتنا الفلاح قلت ما الفلاح قال السحور ثم لم يقم بنا بقية الشهر رواه ابو داؤد والترمذی والنسائی وابن ماجة

پہلی اور دوسری دفعہ میں تو نصف لیل تک فراغت پائی اور تیسرے دن اوّل سے لیکر آخر شب تک ادا فرمایا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر دو صلوۃ جُدا گانہ ہیں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تہجد کو ہمیشہ منفرداً پڑھتے تھے کبھی تداعی جماعت نہیں فرمائی اگر کوئی شخص آکھڑا ہوا تو مضایقہ نہیں جیسا کہ مثلاً ابن عباس رضی اللہ عنہ خود ایک دفعہ آپ کے پیچھے جا کھڑے ہوئے تھے۔ بخلاف تراویح کے کہ اُسکو چند بار تداعی کے ساتھ جماعت کر کے ادا کیا چنانچہ اسی حدیث ابی ذر سے واضح ہے اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ہر دو صلوٰۃ جُدا گانہ ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تہجد کے واسطے تمام رات کبھی نہیں جاگے چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان تہجد میں فرماتی ہیں ولا اعلم نبی اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قرأ القرآن کلہ فی لیلۃ واحدۃ ولا صلے لیلۃ الی الصبح الخ اور یہ اُن کی تحدید صلوٰۃ تہجد میں ہے۔ ورنہ صلوۃ تراویح میں صبح تک نماز پڑھنا روایت ابو ذر سے خود ثابت ہو چکا ہے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بھی خود اُس کا علم ہے اس واسطے کہ آپ نے اپنی سب اہل و نساء کو جمع کیا تھا پھر باوجود اس امر کے جو آپ انکار احیاء تمام لیل کا فرماتے ہیں تو یہ کہنا کہ آپ کو خبر نہیں یا نسیان ہوا نہایت بیجا ہے بلکہ یہ وجہ ہے کہ انکار احیاء تمام لیل کا صلوٰۃ تہجد میں وارد ہوا کیونکہ سعد بن ہشام راوی حدیث صلوٰۃ تہجد ہی کو پوچھتے تھے اور اُسی کے باب میں آپ نے یہ امر فرمایا تھا۔ چنانچہ مسلم میں یہ روایت موجود ہے نہ تراویح میں کہ اُس کا یہاں ذکر ہی نہیں تھا علے ہذا جو ابو سلمہ نے قیام رمضان کو پوچھا ہے تو وہاں بھی مراد قیام رمضان سے تہجد ماہ رمضان کا ہے غرض اُن کی یہ تھی کہ تہجد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا رمضان میں بہ نسبت اور شہور کے زیادہ ہوتا تھا یا نہیں بخاری میں ہے۔ عن ابی سلمۃ بن عبد الرحمن انہ سأل عائشۃ کیف کانت صلوۃ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فی

رمضان فقالت ما کان یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدی عشرۃ رکعۃ یصلی اربعا فلا تسئل عن حسنہن وطولہن ثم یصلی اربعا فلا تسئل عن حسنہن وطولہن ثم یصلی ثلاثا فقلت یارسول اللہ اتنام قبل ان توتر قال یا عائشۃ ان عینی تنامان ولا ینام قلبی کیونکہ ظاہر متبادر اس حدیث سے یہ ہے کہ ابو سلمہ نے خاص قیام رمضان کو سوال کیا اور حضرت عائشہ نے یہ فرمایا کہ رمضان میں کوئی خاص نماز نہیں تھی بلکہ رمضان وغیر رمضان میں ہر روز گیارہ رکعت پڑھتے تھے اس سے زیادہ کبھی نہیں پڑھتے تھے اور ہیئۃ پڑھنے کی یہ تھی کہ چار رکعت پڑھی اور سو گئے پھر چار رکعت پڑھی اور سو گئے پھر تین وتر پڑھے اور دائما یہی عادت تھی رمضان وغیر رمضان میں اسکے خلاف نہیں پس اگر اسکے یہی معنے ہیں تو یہ حدیث بہت سی روایات کے معارض ہوتی ہے اور واقع کے بھی خلاف ہے کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ خود آپ ہی تیرہ رکعت روایت فرماتی ہیں چنانچہ موطا امام مالک میں ہے عن[1] عائشۃ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی باللیل ثلث عشرۃ رکعۃ ثم یصلی اذا سمع النداء للصبح رکعتین خفیفتین انتھی اور حضرت ابن عباس خود تیرہ رکعت تہجد کی غیر رمضان میں نقل کرتے ہیں اور بعض دیگر صحابی بھی تیرہ رکعت روایت کرتے ہیں اور یہ دونوں ہیئت صلوٰۃ کے بھی خلاف اس ہیئۃ مذکورہ فی حدیث عائشہ رض کے ہے چنانچہ مسلم میں بذیل روایت طویلہ ابن عباس سے مروی ہے قال ابن عباس فقمت فصنعت مثل ما صنع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم ذہبت فقمت الی جنبہ فوضع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یدہ الیمنی علی راسی واخذ باذنی الیمنی یفتلہا فصلی رکعتین ثم رکعتین ثم رکعتین ثم رکعتین ثم رکعتین ثم رکعتین ثم اوتر ثم اضطجع حتی جاءہ المؤذن فقام فصلی رکعتین خفیفتین ثم خرج فصلی الصبح اور ایک دوسری روایت میں ابن عباس فرماتے ہیں جو مسلم میں موجود ہے فقام فصلی فقمت عن یسارہ فاخذ بیدی فادارنی عن یمینہ فتتامت صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اللیل ثلث عشرۃ رکعۃ ثم اضطجع فنام حتی نفخ الی اخر الحدیث - اور زید بن خالد الجہنی کی مسلم میں روایت ہے

[1] مروی ہے حضرت عائشہ سے کہ تھے رسول صلعم پڑھتے رات میں تیرہ رکعتیں پھر پڑھتے تھے جب سنتے تھے اذان صبح کی دو رکعتیں ہلکی ۱۲

عن زید بن خالد الجہنی انه قال لارمقن صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فصلے رکعتین
خفیفتین ثم رکعتین طویلتین طویلتین طویلتین ثم صلے رکعتین وھما دون اللتین قبلھما
ثم صلے رکعتین وھما دون اللتین قبلھما ثم صلے رکعتین وھما دون اللتین قبلھما ثم صلے
رکعتین وھما دون اللتین قبلھما ثم اوتر فذلک ثلث عشرۃ رکعۃ دیکھو یہ احادیث ثلاثہ
عدد رکعات اور ہیئت ادا دونوں میں خلاف اُس حدیث عائشہؓ کے ہیں اور اوپر حدیث
ابوذر سے معلوم ہوا کہ تین روز جو آپ نے نماز رمضان میں پڑھی اگرچہ اُس کے عدد رکعات
معلوم نہیں مگر ہرگز اُس میں چار چار رکعت پڑھکر آپ نہیں سوئے اور تین روز دوسری
رمضان میں جو بجماعت نماز پڑھے اُس میں بھی یہ ہیئت ثابت نہیں ہوئی اور احادیث
میں شدت اجتہاد عبادت رمضان کا مذکور ہے وہ بھی اسکے خلاف ہے کیونکہ جب
سب شہور کی صلوٰۃ لیل برابر بھی تو شدت اجتہاد کے کیا معنے اور جن روایتوں میں آیا ہے
کہ رمضان میں خصوصاً عشرہ اخیر میں نہیں سوتے تھے وہ بھی اسکے خلاف ہے چنانچہ
بخاری میں ہے اذا دخل العشر شد مئزرہ واحیی لیلہ وایقظ اھلہ الحدیث اور
بیہقی نے روایت کیا ہے اذا دخل رمضان لم یات فراشہ حتی ینسلخ الحدیث
ان دونوں حدیثوں سے شدت اجتہاد عبادت اور احیائے تمام لیل حاصل ہے
نہ مساوات رمضان وغیر رمضان کی اور حضرت عائشہؓ نے جو بیان تہجد رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کا سعد بن ہشام سے کیا وہ بھی اس روایت کے خلاف ہے چنانچہ
روایت طویلہ میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں فقالت کنا نعد له سواکه وطھورہ
فیبعثه الله .... ماشاء ان یبعثه من اللیل فیتسوک ویتوضأ
ویصلی تسع رکعات لا یجلس فیھا الا فی الثامنة فیذکر الله ویحمدہ ویدعوہ
ثم ینھض ولا یسلم ثم یقوم فیصلے التاسعة ثم یقعد فیذکر الله ویحمدہ و
یدعوہ ثم یسلم تسلیما یسمعنا ثم یصلی رکعتین بعد ما یسلم وھو قاعد فتلک
احدی عشرۃ رکعۃ یا بنی الخ الحاصل نفی زیادہ رکعات کی گیارہ سے اور یہ ہیئت خاص
مخدوش ہوئی ہے۔ لہٰذا حق یہ ہے کہ معنے حدیث کے یہ ہیں کہ ابو سلمہ نے بایں وجہ کہ

رمضان میں آپ کا اجتہاد عبادۃ زیادہ ہوتا تھا تہجد رمضان کو پوچھا تھا کہ آیا رمضان میں تہجد آپ کا بہ نسبت اور ایام کے زیادہ ہوتا تھا یا نہیں تو حضرت عائشہؓ نے زیادہ تہجد کی نفی کی صلوٰۃ تراویح سے اس میں کچھ بحث نہیں نہ سوال میں نہ جواب میں اور گیارہ رکعت کا ذکر اکثریہ ہے نہ کلیہ کہ اکثر تہجد کی رکعات آپ کی گیارہ ہوتی تھیں اگرچہ احیاناً اس سے زیادہ بھی پڑھی ہیں تو اس حدیث میں نہ احیاناً زیادۃ تہجد کی نفی ہے اور نہ ذکر قیام رمضان کا جو سوائے تہجد کے ہے بلکہ ذکر اُن عدد رکعات کا ہے جو اکثر اوقات تہجد رمضان و غیر رمضان میں ہوتا تھا۔ اور بعد اُس کے یہ جملہ یصلی اربعاً الی آخرہ۔ یہ دوسرا امر ہے جس سے آپ کی قوۃ عبادۃ پر تنبیہ منظور ہے کہ نوم و یقظہ آپ کے اختیار میں تھا جب چاہیں جاگیں جب چاہیں سوئیں اور آپ احیاناً ایسا کرتے تھے نہ اس ہیئت کو خصوصیت رمضان سے ہے نہ لزوم اُن رکعات سے بلکہ یہ بعض اوقات کی حالت کا بیان ہے اور یہ مستقل جملہ ہے چونکہ قاعدہ بلاغت میں مقرر ہو چکا ہے کہ عطف جملہ کا جملہ پر اُس وقت کرتے ہیں کہ ہر دو جملوں میں بعض وجہ سے اتصال اور بعض وجہ سے انفصال ہو اگر بالکل اتصال ہو یا بالکل انفصال ہو تو حرف عطف ذکر نہیں کرتے پس یہاں حرف عطف ذکر نہ کرنا بوجہ کمال انفصال ہے نہ بوجہ کمال اتصال۔ چونکہ بیان شدۃ اجتہاد تھا اس وجہ سے اس کلام کو آپ نے ذکر کیا۔ ورنہ جواب اُن کے سوال کا جو عدد رکعات تہجد رمضان کا استفسار تھا وہ تمام ہو چکا تھا۔ پس اس تقریر پر نہ معارضہ احادیث سے زیادت کا باقی رہا اور نہ ہیئۃ کا اور نہ احیا تمام لیل کا سب احادیث مطابق واقعہ کے اور باہم موافق ہو گئیں اور یہی مراد حضرت عائشہؓ صدیقہ کی ہے۔ پس معلوم ہوا کہ تمام شب نماز نہ پڑھنا تہجد کے واسطے ہے اور پڑھنا تراویح کے واسطے اور بخاری نے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جماعت تراویح کو جو اوّل وقت میں حضرت ابی کرا رہے تھے اور یہ جماعت خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مقرر کرائی ہوئی تھی دیکھ کر یہ فرمایا

والتی تنامون عنہا افضل من التی تقومون تو اس سے بھی اگر مغایرت دونوں
نمازوں کی نکالی جاوے تو بعید نہیں کیونکہ معنے اس قول کے یہ ہیں کہ جو نماز کہ اُس
سے سو رہتے ہو تم یعنی تہجد کہ آخر رات میں ہوتی ہے افضل ہے اُس نماز سے جو
پڑھتے ہو تم یعنی تراویح کہ اول وقت پڑھتے تھے اور چونکہ یہ لوگ تراویح کو پڑھ
کر تہجد کو نہیں اُٹھتے تھے تو حضرت عمرؓ نے اُن کو رغبت تہجد پڑھنے کی بھی دلائی
کہ افضل کو ترک کرنا نہ چاہیئے لہذا اول وقت میں تراویح اور آخر میں تہجد ادا کریں
ورنہ اس تراویح کو ہی اخیر وقت میں پڑھیں کہ فضیلت بھی حاصل ہو جاوے اور آخر
وقت کی تراویح سے تہجد بھی حاصل ہو جاوے کہ بتداخل صلوتین دونوں نماز کا
ثواب ملتا ہے اور اس سے فضیلت وقت بھی معلوم ہو گئی چنانچہ دوسری روایت
سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے صراحۃً یہ
ثابت نہیں ہوا کہ جب آپ نے اول رات میں تین روز تراویح پڑھی تو اخیر وقت
میں تہجد پڑھایا نہیں واللہ اعلم - مگر فعل بعض صحابہ سے اس کا نشان ملتا ہے -
چنانچہ ابوداؤد نے قیس بن طلق سے روایت کی ہے فلما زادنا طلق بن علی
فی یوم من رمضان وامسی عندنا وافطر ثم قام بنا تلک اللیلۃ واوتر بنا ثم انحدر
الی مسجدہ فصلی باصحابہ حتی اذا بقی الوتر قدم رجلا فقال اوتر باصحابک فانی
سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا وتران فی لیلۃ انتہے اس حدیث سے
ظاہر ہوا کہ طلق بن علی نے اول لوگوں کے ساتھ موافق فعل رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم کے اول وقت میں تراویح ادا کی اور وتر بھی اُس کے ساتھ پڑھے جیسا کہ
فعل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور بعد اُس کے اپنی مسجد میں جا کر
آخر وقت میں تہجد ادا کیا اور اُس کے ساتھ وتر نہیں پڑھے اور مقتدیوں کو حکم
دیا کہ تم اپنے وتر پڑھ لو اور چونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تہجد کے ساتھ وتر پڑھتے
تھے تو لہذا وہ مقتدی تہجد گذار کے ساتھ وتر پڑھنا چاہتے تھے تو اس سے معلوم
ہوا کہ دونوں وقت میں نماز پڑھی گئی اور صحابہ رضی اللہ اتباع رسول اللہ

صلے اللہ علیہ وسلم میں نہایت سرگرم تھے سو معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دوسرے وقت میں تہجد پڑھا ہو گا اور یہ جو بخاری نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ فرماتے ہیں اذا دخل العشر شد میزرہ واحیے لیلہ وایقظ اھلہ الحدیث اس سے تین امر ثابت ہوتے ہیں اول یہ کہ ان ایام میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تمام رات جاگے ہیں اس واسطے کہ احیے لیلہ وہیں بولا جاتا ہے کہ تمام رات جاگیں۔ پس معلوم ہوا کہ حضرت عایشہ صدیقہ نے جو انکار تمام رات کے جاگنے کا کیا ہے وہ تہجد کی نسبت ہے نہ مطلقاً تو اس بیان میں خود تمام رات کے جاگنے کو ارشاد فرماتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ جن دو شب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تراویح کو دو ثلث لیل تک اور نصف لیل تک پڑھا تھا تو بعد نصف شب کے آپ سوئے نہیں کیونکہ وہ لیالی بھی داخل عشرۂ تھیں پھر بعد نصف شب کے غالب گمان یہ ہے کہ نوافل پڑھیں کہ وہ تہجد تھیں کیونکہ آپ کی عادت رات کو نماز ہی پڑھنے کی تھی بیٹھ کر ذکر کرنا یا قرآن پڑھنا معتاد نہیں اس سے بھی اختلاف دونوں نمازوں کا مظنون ہوتا ہے تیسرے یہ کہ تراویح آپنے ہمیشہ پڑھی کہ اول شب میں جو کچھ پڑھتے تھے وہ تراویح تھی اور آخر شب میں تہجد سو تراویح فعلاً بھی سنت موکدہ ہوئی اور جو کچھ کہ آپ نے بخوف افتراض ترک کیا تھا وہ جماعت تبداعی تھی نہ نفس تراویح الحاصل ان سب وجوہ سے مغائرت تہجد و تراویح کی ظاہر ہے۔ مگر ہاں ایک نماز دوسرے کے قایم مقام ہو سکتی ہے کہ اگر تہجد کے وقت میں تراویح پڑھی جاوے تو تہجد بھی ادا ہو جاویگا۔ اور یہ امر سب نوافل میں ہے مثلاً اگر بوقت ضحے صلوٰۃ کسوف پڑھی جاوے تو صلوٰۃ کسوف قایم مقام صلوٰۃ ضحے کے ہو جاتی ہے اور اگر خسوف قمر کی نماز تہجد کے وقت پڑھی جاوے تو تہجد بھی ادا ہو جاتا ہے اگرچہ بحیثیت تراویح تراویح تہجد سے جدی صلوٰۃ ہے اور صلوٰۃ کسوف صلوٰۃ ضحے سے اور صلوٰۃ خسوف صلوٰۃ تہجد سے مگر ثواب ہر دو کا حاصل ہو جاتا ہے۔ علے ہذا وقت ضحے ایک

اور اُس کے فضایل میں احادیث وارد ہیں اور اول وقت اور آخر وقت دونوں وقت
میں نماز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہی اور ہر دو نماز علیحدہ ہیں مگر ایک کے
پڑھنے سے ثواب وارد حدیث حاصل ہو جاتا ہے لہذا اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
نے تمام رات نماز تراویح پڑھی تو تہجد کا بھی اُس میں داخل ہوگیا - اور اگر ثلث شب
تک پڑھے یا نصف تک بجماعت تو باقی شب میں منفرداً نماز ادا ہونا بظن غالب
معلوم ہوتا ہے مگر کسی راوی نے اسکو ذکر نہیں کیا واللہ تعالیٰ اعلم - بعد اس کے واضح
ہو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قیام رمضان کے عدد رکعات کو قولاً محدود نہیں فرمایا
بلکہ مطلق صلوۃ کی رغبت دلائی اور مطلق حسب قاعدہ المطلق یجری علے اطلاقہ یہ چاہتا ہے
کہ صلوۃ کسی ہیئت اور کسی عدد سے اگر ادا کی جاوے ماموُر مندوب ہوویگی دریں صورت
پابندی کسی عدد کی نہیں ہوسکتی بلکہ ماموُر مختار ہے جس قدر چاہے پڑھے قال رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم من قام رمضان ایمانا واحتسابا غفر لہ ما تقدم من ذنبہ (الحدیث)
وقال جعل اللہ صیامہ تطوعا (الحدیث) وقال سننت لکم قیامہ (الحدیث) ان
ہر دو حدیث میں بھی قیام رمضان کو مطلق ہی رکھا ہے کوئی بیان نہیں فرمایا ہے لہذا جیسا کہ
تہجد پہلے سے مندوب تھا ایسا ہی قیام رمضان جو تراویح ہے مطلقاً اُمت پر و جناب رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم پر مندوب ہوا کہ ادنے اُس کی دو رکعت اور نہایت کی کوئی حد نہیں اگرچہ
ہزار یا کم زیادہ ہوں پس بعد اسکے اگر جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کوئی عدد اکثر معمول
فرمایا تو وہ سنت مؤکدہ ہو جاویگا اور جس کو احیاناً ادا فرمایا وہ مستحب رہیگا اور سوائے اس کے
دیگر اعداد بھی مستحب رہیں گے ہرگز بدعت نہیں ہوسکتے اور یہ قاعدہ سب عبادات میں جاری
ہے کہ ماموُر مطلق اُن اعداد میں جنکو وہ شامل ہے مطلق ہی مطلوب ہوتا ہے کسی عدد معین
میں منحصر نہیں ہوتا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے التزام سے سنت مؤکدہ اور احیاناً
کرنے سے مستحب اور ماسوائے اسکے بھی مستحب مثلاً حق تعالیٰ نے فرمایا استغفروا ربکم
الآیہ اس سے استغفار مطلوب ہے اگرچہ وجوباً ہو یا ندباً بعد اُس کے جو رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا انی لاستغفر اللہ فی کل یوم سبعین مرۃ تو اب اگر کوئی سبعین سے زیادہ

استغفار کرے وہ اسی اُمر مطلق کا فرد مطلوب ہوگا اُسکو بدعت نہ کہہ سکیں گے یہ جزئیہ بطور نظیر
لکھا گیا ہے اہلِ علم بہت سے عبادات مستحبہ کو بریں قیاس دریافت کر سکتے ہیں بناءً علیہ جو صحابہ
اور تابعین اور مجتہدین علماء نے اعداد رکعات اختیار کئے ہیں چنانچہ اُن کا ذکر آگے کیا جائیگا وہ
سب انہیں احادیث کے افراد ہیں کوئی اُن سے خارج نہیں سب مامور و مندوب ہیں مگر علماء
حنفیہ کے نزدیک جو عدد ان میں سے فعل یا قول رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بجماعت ثابت
ہوا ہے اُسمیں جماعت کو سنت کہیں گے اور اُسکے سوائے میں جماعت کو بتداعی مکروہ فرمائینگے
کیونکہ اُنکے نزدیک جماعت نفل بتداعی مکروہ ہے مگر جس موقع میں کہ نص سے ثابت ہو چکی ہے
وہاں مکروہ نہیں اسیواسطے کتب فقہ میں یہ مسئلہ لکھا ہے کہ اگر عدد تراویح میں شک ہو جاوے
کہ اٹھارہ پڑھے یا بیس تو دو رکعت فرادی فرادی پڑھیں نہ بجماعت بسبب اطلاق حدیث
کے زیادہ ادا کرنا ممنوع نہیں خواہ کوئی عدد ہو مگر جماعت بیس سے زیادہ کی ثابت نہیں
جس کا ذکر آگے آویگا الحاصل قولاً کوئی عدد معین نہیں مگر آپ کے فعل سے مختلف اعداد
معلوم ہوتے ہیں چنانچہ امام احمد رحمۃ اللہ کا قول جامع ترمذی میں ہے قال احمد روی فی ذلک
الوان لم یقض فیہ بشیٔ انتہی یعنی امام احمد نے کوئی فیصلہ نہیں کیا اور کسی صورت کو مرجح
نہیں بنایا بلکہ سب کو جائز اور مستحب کہا ازانجملہ ایک دفعہ گیارہ رکعت بجماعت پڑھنا ہے چنانچہ
جابر رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شب میں گیارہ
رکعت تراویح بجماعت پڑھی وعن جابر انہ صلے بھم ثمان رکعات والوتر ثم انتظروہ
فی القابلۃ فلم یخرج الیھم رواہ ابن خزیمۃ وابن حبان فی صحیحیھما انتہی مگر یہ آٹھ رکعت
پڑھنا تراویح کا بجماعت مستلزم نفی زیادت کو نہیں اس واسطے کہ ممکن ہے بلکہ مظنون ہے
کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اول آخر اس نماز کے منفرداً زیادہ پڑھی ہوں اسواسطے
کہ رمضان میں آپ احیاء تمام لیل کا کرتے تھے چنانچہ سابق میں گذرا اور لیالی میں بجماعت گیارہ
رکعت سے زیادہ پڑھی ہوں یا منفرداً آپ نے زیادہ پڑھی ہوں اس کی نفی نہیں ہو سکتی
اس واسطے کہ حضرت جابر نے یہ نہیں کہا کہ آپنے ہر روز گیارہ رکعت پڑھیں نہ یہ کہا کہ
سوائے اس کے اور کوئی رکعت نہیں پڑھی بلکہ ایک دن کی صلوٰۃ جماعت کا ذکر

کرتے ہیں اور بس۔ اور یہ واقعہ فعل ہے کہ احتمال عموم کا نہیں رکھتا اور نہ زیادہ رکعت کا
معارض ہو سکتا ہے اسواسطے کہ تعارض کیلئے وحدت زمان و مکان شرط ہے خصوصاً
اُس شب میں کہ آپ نے تمام شب سب کو جمع کر کے نماز پڑھی جیسا کہ روایت ابوذر سے اوپر
گذرا اگر اُس میں گیارہ رکعت پڑھی جاتی تو تطویل قیام بالضرور کوئی راوی بیان کرتا۔
جسطرح تاخیر سحور کو ذکر کیا ہے کیونکہ آٹھ نو گھنٹہ میں آٹھ رکعت پڑھنا نہایت دشوار ہوتا
ہے تو یہ تطویل قابل ذکر تھی جیسا صلوۃ کسوف کی تطویل کو ذکر کیا جاتا ہے لہذا عجب
نہیں کہ اس شب میں بیس رکعت پڑھی گئی ہوں یا زیادہ اور منفرداً بھی آپ نے
بیس رکعت بلکہ زیادہ پڑھی ہوں اگرچہ ان تین شب کی عدد رکعات جو ابوذر نے نقل فرمایا
کسی روایت سے ثابت نہیں ہوتا بیس رکعت بلکہ زیادہ پڑھی ہوں اور وجہ نہ نقل کرنے
کی یہ ہے کہ اعداد رکعات کی تعمیم تھی لہذا ہر روز کے اعداد کا ذکر کرنا کچھ ضرور نہیں سمجھا
گیا۔ اور ابن عباس سے ابن ابی شیبہ نے جو اپنے مصنف میں رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کا بیس رکعت پڑھنا نقل کیا ہے اگرچہ وہ روایت ضعیف ہے مگر مؤید ہے
آثار صحابہ سے کہ اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بیس رکعات پڑھی ہیں۔
اور جمہور تابعین اور فقہا کا اس پر عملدر آمد ہے جیسا کہ عینی نے شرح بخاری میں لکھا ہے
قلتُ[1] روی عبد الرزاق فی المصنف عن داؤد بن قیس و غیرہ عن محمد بن یوسف عن السائب
ابن یزید ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جمع الناس فی رمضان علی ابی بن کعب و علی
تمیم الداری علی احدی و عشرۃ رکعۃ یقومون بالمئین و ینصرفون فی بزوغ الفجر قلت
قال ابن عبد البر ھو محمول علی ان الواحدۃ للوتر و قال ابن عبد البر و روی الحارث بن
عبد الرحمن ابن ابی ذباب عن السائب بن یزید قال کان القیام علی عھد عمر بثلاث
و عشرین رکعۃ قال ابن عبد البر ھذا محمول علی ان الثلاث للوتر و قال شیخنا و ما حملہ

---

[1] کہتا ہوں میں روایت کی عبد الرزاق نے اپنی مصنف میں داؤد بن قیس سے اور اوروں سے انھوں نے محمد بن یوسف سے انھوں نے سائب بن یزید سے کہ تحقیق حضرت عمرؓ نے جمع کیا لوگوں کو رمضان میں ابی بن کعب اور تمیم داری کے پیچھے اکیس رکعت پر قیام کرتے تھے سو سو آیت والی سورتوں کیساتھ اور فارغ ہوتے تھے صبح صادق کے طلوع کی قبل کہتا ہوں میں العینی عینی کہا ابن عبد البر نے یہ محمول ہے اس پر کہ ایک رکعت وتر کی تھی اور کہا ابن عبد البر نے روایت کی حارث بن عبد الرحمن بن ابی ذباب نے سائب بن یزید سے کہا کہ حضرت عمر کے زمانہ میں قیام تیئیس رکعت کے ساتھ تھا اور کہا ابن عبد البر نے یہ محمول اس پر ہے کہ تین رکعتیں وتر کی تھیں اور کہا استاذ ہمارے نے یعنی زین الدین ابن عبد البر کی حجۃ ساتھ

علیہ فی الحدیثین صلیح بدلیل ما روی محمد بن نصر من روایۃ یزید بن خصیفۃ عن السائب بن یزید انھم کانوا یقومون فی رمضان بعشرین رکعۃ فی زمان عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ واما اثر علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ امر رجلا یصلی بھم رمضان عشرین رکعۃ واما غیرھما من الصحابۃ فروی ذلک عن عبد اللہ بن مسعود روا محمد بن نصر المروزی قال اخبرنا یحیی بن یحیی اخبرنا حفص بن غیاث عن الاعمش عن زید بن وھب قال کان عبد اللہ بن مسعود یصلی لنا فی شھر رمضان فینصرف وعلیہ لیل قال الاعمش کان یصلی عشرین رکعۃ ویوتر بثلاث واما القائلون بہ من التابعین فشتیر بن شکل وابن ابی ملیکۃ والحارث الھمدانی وعطاء بن ابی رباح وابو البختری وسعید بن ابی الحسن البصری اخو الحسن وعبد الرحمن بن ابی بکر وعمران العبدی وقال ابن عبد البر وھو قول جمھور العلماء وبہ قال الکوفیون والشافعی واکثر الفقھاء وھو الصحیح عن ابی بن کعب من غیر خلاف من الصحابۃ انتھی وقال الترمذی فی سننہ واختلف اھل العلم فی قیام رمضان فرأی بعضھم ان یصلی احدی واربعین رکعۃ مع الوتر وھو قول اھل المدینۃ والعمل علی ھذا عندھم بالمدینۃ واکثر اھل العلم علی ما روی عن علی وعمر وغیرھما من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم عشرین رکعۃ وھو قول سفیان الثوری وابن المبارک والشافعی وقال الشافعی وھکذا ادرکت ببلدنا بمکۃ یصلون عشرین رکعۃ وقال احمد روی فی ذلک الوان لم یقض فیہ بشیء وقال اسحاق بل نختار احدی واربعین رکعۃ علی ما روی عن ابی بن کعب انتھی

اور کتب میں بھی یہ اور اس سے زیادہ منقول ہے اسکے ذکر میں تطویل ہے خلاصہ یہ کہ عبد اللہ بن مسعود جن کے باب میں یہ حدیث وارد ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمسکوا بعھد ابن مسعود (الحدیث) وکان اقرب الناس ھدیا ودلا وسمتا برسول اللہ

دلیل اسکے کہ روایت کی محمد بن نصر نے روایت یزید بن خصیفہ کی سے انہوں نے سائب بن یزید سے کہ قیام کرتے تھے وہ رمضان میں بیس رکعت کیساتھ حضرت عمر کے زمانہ میں اور اثر حضرت علی کا پس ذکر کیا اسکو وکیع نے حسن بن صالح سے انہوں نے عمرو بن قیس سے انہوں نے ابوالحسنا سے انہوں نے حضرت علی سے کہ انہوں نے امر کیا ایک شخص کو کہ نماز پڑھے لوگوں کے ساتھ بیس رکعت اور لیکن حضرت عمر اور حضرت علی کے سوا اور صحابی پس روایت کی گئی ہے عبد اللہ بن مسعود سے میرا ظن یہ ہے کہ روایت کرنے والے محمد بن نصر مروزی ہیں کہا انہوں نے خبر دی ہم کو یحییٰ بن یحییٰ نے انکو حفص بن غیاث نے انہوں نے اعمش سے سنا اعمش نے زید بن وہب سے کہا اُنہوں نے تھے عبد اللہ بن مسعود پڑھتے ہمارے ساتھ رمضان کے مہینہ میں اور فارغ ہوتے تھے کچھ رات سے کہا اعمش نے کہ بیس رکعت تراویح کی پڑھتے اور تین وتر کی لیکن قائل ہیں کے تابعین میں سے پس شتیر بن شکل اور ابن ابی ملیکہ اور حارث ہمدانی اور عطا ابن رباح اور ابوالبختری اور سعید بن ابی الحسن البصری بھائی حسن بصری کے اور عبد الرحمن ابن ابی بکر اور عمران بن عبدی ہیں اور کہا ابن عبد البر نے

بھی ایسا ہی کرو ابن مسعود کی بہت پیروی کرے اور یہی اقرب لوگوں میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ازروئے وضع کے چال چلن کے ابن مسعود تھے ۱۲ عشرہ

صلی اللہ علیہ وسلم ابن مسعود (الحدیث) بیس رکعت پڑھتے اور اُسی کا امر فرماتے تھے تو یہ عدد
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اُنکو معلوم تھا اسی واسطے اس کا التزام کیا اگرچہ ایک ہی دوبار
سہی کہ تسنن کیواسطے ایک دفعہ کا فعل بھی کافی ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ جن کے باب میں
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں [1] اقتدوا بالذین بعدی ابی بکر و عمر مطلق اقتداء کا حکم تمام
امور میں فرمایا اُنہوں نے بیس کا امر فرمایا اور نیز خلفاء ثلثہ عمر و عثمان و علے جبکہ ان ہر سہ نے بیس کا
امر فرمایا تو بمقتضاء [2] علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المہدیین اس کا عمل اُمت پر رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے لازم فرمایا اور تمام صحابہ موجودین زمانہ عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم نے
کبھی اسپر انکار نہ فرمایا اور برغبت قبول فرمایا یہ اوّل دلیل ہے اس بات پر کہ سب کے نزدیک
یہ عدد عشرین یار رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے انکے نزدیک محفوظ تھا کہ کسی نے اسپر اعتراض نہ کیا
اور سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سمجھ کر اس پر عمل کیا اور پایہ کہ اطلاق قول رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کو ثبت اس عدد کا بھی سمجھا اور بطیب خاطر اسکو قبول فرمایا لہذا اس عدد کو مسنون ہی کہا جائیگا
اور اسپر کسی وجہ سے شائبہ لفظ بدعت کا رکھنا سخت مذموم ہوگا کیونکہ اولاً مطلق قول رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم سے سب اعداد مطلقاً مسنون ہوگئے ہیں۔ ثانیاً خود فعل رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم سے احیاناً اس کا استحباب ثابت ہوا۔ ثالثاً جن صحابہ کے اقتداء پر ہمکو تاکید کی گئی تھی اُن کے
فعل سے یہ عدد ثابت ہوا تو گویا ان صحابہ کا فرمانا اور عمل کرنا خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ہی فرمانا
اور عمل کرنا تھا۔ رابعاً سوائے اُن صحابہ کے دیگر صحابہ جو صدہا تھے کسی نے اس پر انکار
نہ کیا اور سب نے اس کو بطیب خاطر قبول فرمایا بعد اس کے کونسی دلیل کی حاجت ہے
اور اس فعل حضرت عمرؓ کی روایات صحیح ہیں اور یزید بن رومان کی حدیث میں ہر چند کہ انقطاع
ہے مگر اولاً حدیث منقطع موطا کی خود صحیح ہے کہ امام مالک صاحب کے یہاں اور سب
محدثین کے یہاں قبل زمانہ شافعی سے منقطع ثقہ کی صحیح ہوتی تھی اور ابن عبد البر کہتے ہیں
کہ جتنے منقطعات مالک کی ہیں اُن کا اتصال ہمنے دوسری سند سے دریافت کر لیا ہے
سوائے چار روایت کے کہ یہ روایت فعل حضرت عمرؓ کی اُن چار غیر ثابت الاتصال میں

[1] اقتدا کرو دو شخصوں کی جو بعد میرے ہونگے یعنی حضرت ابوبکر اور حضرت عمرؓ [2] لازم بنا لو اپنے پر عمل میری سنتہ اور سنت
خلفاء کا جو اوروں کو ہدایت کرنیوالے اور وہ ہدایت یافتہ ہیں ۱۲

داخل نہیں اور سائب بن یزید کی روایات پر جو اوپر مذکور ہوئیں اُسکے مویّد ہیں اور یہ صحیح ہیں آور فعل
حضرت عمر رضی اللہ عنہ میں بھی کوئی تعارض نہیں کہ اوّلاً گیارہ کا حکم کیا تھا اور پھر اکیس کا اور پھر تئیس کا
اور چونکہ اس میں بھی اختلاف زمان ہے لہذا نہ اسمیں تعارض ہے اور نہ ضعف ہے اور اگر یوں
کہا جاوے کہ اوّل دفعہ آٹھ تراویح تھی اور تین وتر اور دوسری دفعہ اٹھارہ تراویح اور تین وتر اور
تیسری دفعہ میں بیس تراویح اور تین وتر درست ہے اور یہ ہر فعل باوقات مختلفہ صحابہ کو رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم سے معلوم تھے لہذا یہ سب سنت ہیں اور کوئی معارض ایک دوسرے کے نہیں اور
حضرت عائشہؓ صدیقہ کی روایت اوپر معلوم ہو چکا کہ تہجد میں ہے نہ تراویح میں سو وہ معارض بیس کے
نہیں ہو سکتی اور اگر بالفرض ہم دونوں صلوٰۃ کو ایک ہی تسلیم کریں تاہم کچھ معارضہ نہیں اسواسطے
کہ یہ قول حضرت عائشہؓ کا اکثریہ ہے نہ کلیہ اور اگر اسکو کلیہ کہا جاوے تو خود حضرت عائشہؓ تیرہ کی روایت
کرتی ہیں چنانچہ امام مالک موطا میں روایت فرماتے ہیں اور یہ پہلے بھی گذر چکی ہے عن عائشۃ قالت
کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یصلے باللیل ثلث عشرۃ رکعۃ ثم یصلے اذا سمع النداء للصبح
رکعتین خفیفتین (الحدیث) پس اگر وہ روایت کلیۃً قرار دی جاوے تو یہ روایت غلط ہو جاویگی
اور حضرت ابن عباس وغیرہ کا تیرہ رکعت روایت کرنا جو صحیحین میں ہے غلط ہو جاویگا پس یا
اس روایت کو اکثریہ بنایا جاوے تاکہ سب روایتیں صحیح رہیں یا عدم علم حضرت عائشہؓ کے اوپر
حمل کیا جاوے اور عدم علم پر حمل کرنا ظاہر ہے کہ غیر مناسب ہے پس جیسا کہ تیرہ رکعت کی حضرت
عائشہؓ سے اور دیگر صحابہ سے تصحیح ہوگئی ایسا ہی اٹھارہ اور بیس اور زاید کی بھی تصحیح ہو سکتی ہے اور
جیسا کہ تیرہ اور گیارہ میں تعارض نہیں ہے ایسا ہی بیس میں تعارض نہ رہیگا بہرحال اُس حدیث
ابن عباس کے مویدات موجود ہیں پھر اسکے ضعف پر کیا نظر کیجاویگی اگر بمقابلہ گیارہ کے
روایت کی صحت تیرہ کو معتبر کیا جاتا ہے تو بیس رکعت کی روایات صحیحہ جو صحابہ کے فعل سے
معتبر ہوئیں کس طرح معتبر نہ ہوں گی بلکہ افعال صحابہ بھی حسب ارشاد جناب فخر عالم علیہ السلام
کے مثل فعل رسول اللہ ہی کے ہونگے اب رہی یہ بات کہ بیس کے فعل کی نسبت خلفاء ثلثہ
کی طرف ہے اور خلیفہ اوّل سے یہ فعل سرزد نہیں ہوا تو کچھ حرج نہیں اسواسطے کہ خلفاء صیغہ جمع
کا ہے اور اس پر الف لام داخل ہوا ہے اور قاعدہ عربیت کا ہی کہ جب الف لام جمع پر

داخل ہوتا ہے، تو وہ معنے عموم کے دیتا ہے جمع اور واحد کو دونوں کو مثلاً لا اتزوج النساء اگر
کہے تو جیسا کہ بہت عورتوں کے نکاح کرنے سے حانث ہوگا ایسا ہی ایک اور دو سے
بھی حانث ہو جاتا ہے جیسا کہ لا یحل لک النساء من بعد میں ممانعت نکاح ایک کی اور بہت
کی ثابت ہوتی ہے۔ پس تین خلیفہ کا عمل اُسپر ہونا کافی ہے اور اگر ایک خلیفہ بھی اُسکے
اوپر عمل کرتے جب بھی کافی تھا چہ جائیکہ تین خلیفہ نے یہ کام کیا اور سب صحابہ نے
اُس پر اجماع کیا اور مراد سنت الخلفاء سے حدیث میں وہ امر ہے کہ اصل اُسکی کتاب اللہ
اور سنت رسول اللہ میں موجود ہو مگر شیوع اُس کا نہیں ہوا پھر کسی خلیفہ نے اُس کا
شیوع کر دیا سو وہ فی الحقیقت سنت رسول اللہ ہی ہے مگر چونکہ اُس کا شیوع خلفاء
سے ہوا اس واسطے اُس کو سنت الخلفاء فرمایا پس سنت الخلفاء وہی ہے کہ اصل اُس
کی سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں موجود ہو سو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے
اُس کو یہ کہا تھا کہ علیکم بسنتی وسنت الخلفاء الراشدین نہ اُس امر کو کہ مخالف سنت
رسول اللہ ہو کیونکہ جو امر مخالف سنت رسول اللہ ہوگا وہ امر بدعت ہوگا اور صحابہ
بھی اسی سنت خلفاء کو التزام کرتے تھے کہ جسکی اصل سنت رسول اللہ میں موجود ہو اور خلفاء
کی سنت بھی ایسی ہی ہوتی تھی اور جب تک کہ صحابہ کو سنت خلفاء کی اصل نہ معلوم ہوتی
تھی وہ قبول نہ کرتے تھے مثلاً جس وقت کہ شیخین نے زید بن ثابت کو بلا کر جمع قرآن کے
واسطے کہا تو چونکہ زید کو یہ امر بدعت معلوم ہوا تو یہ جواب دیا کہ کس طرح کرتے ہو تم اُس
عمل کو جس کو رسول اللہ نے نہیں کیا اور زید کہتے ہیں اگر شیخین مجھکو پہاڑ نقل کرنے کا
حکم دیتے تو وہ میرے نزدیک سہل تھا اس امر سے اور اس کی وجہ وہی تھی کہ اُس کو
وہ بدعت سمجھ رہے تھے لہذا اُنہوں نے اُسکو قبول نہ کیا یہاں تک کہ حضرت صدیق نے
اُن کو سمجھا دیا کہ یہ بدعت نہیں بلکہ سنت ہی ہے اُس وقت اُنہوں نے قبول فرمالیا
یہ قصہ بخاری میں موجود ہے۔ عن[1] عبید بن السباق ان زید بن ثابت قال ارسل الی

---

[1] مروی ہے عبید بن سباق سے کہ تحقیق زید بن ثابت سے فرمایا کہ بھیجا کوئی آدمی حضرت ابو بکر نے میری طرف جبکہ یمامہ والوں کے ساتھ مقاتلہ تھا پس ناگاہ حضرت عمرؓ کو میں نے وہاں پایا فرمایا حضرت ابو بکرؓ نے کہ حضرت عمر میرے پاس آئے اور کہا قتل شدید ہوا یمامہ کے مقاتلہ میں قرآن کی قاریوں پر اور میں ڈرتا ہوں کہ اگر ایسے ہی قتل رہا قاریوں پر اور طرفوں میں تو اکثر کلام اللہ کا

ابوبکر مقتل اهل الیمامة فاذا عمر بن الخطاب عنده قال ابوبکر ان عمر اتانی فقال ان القتل قد استحر یوم الیمامة بقراء القرآن وانی اخشی ان استحر القتل بالقراء بالمواطن فیذهب کثیر من القرآن وانی اری ان تامر بجمع القرآن قلت لعمر کیف تفعل شیئا لم یفعله رسول الله صلی الله علیه وسلم قال عمر هذا والله خیر فلم یزل عمر یراجعنی حتی شرح الله صدری لذلک ورایت فی ذلک الذی رای عمر قال زید قال ابوبکر انک رجل شاب عاقل لا نتهمک وقد کنت تکتب الوحی لرسول الله صلی الله علیه وسلم فتتبع القرآن فاجمعه فوالله لو کلفونی نقل جبل من الجبال ما کان اثقل علی مما امرنی به من جمع القرآن قلت کیف تفعلون شیئا لم یفعله رسول الله صلی الله علیه وسلم قال هو والله خیر فلم یزل ابوبکر یراجعنی حتی شرح الله صدری للذی شرح له صدر ابی بکر و عمر اس سے صاف ظاہر ہے کہ قبول کرنا صحابہ کا سنت خلفار کو اُس وقت ہوتا تھا کہ اُن کے نزدیک وہ سنت موافق سنت رسول اللہ کے ہوتی تھی پس یہ سنت عشرین رکعت بھی ایسی ہی ہے کہ اسکی اصل سنت رسول اللہ میں موجود ہے اسی واسطے تمام صحابہ نے اُس وقت میں اس کو قبول کیا اور اس پر عامل رہے اور کسی وقت کسی ایک نے بھی صحابہ میں سے اس پر انکار نہ کیا۔ نہ اس کو مخالف سنت رسول اللہ سمجھا اگرچہ بعض نے اس پر عمل نہ کیا ہو بلکہ دوسرے عدد پر عمل کیا ہو کہ وہ بھی سنت سے اُن کے نزدیک ثابت تھا مگر انکار ہرگز کسی نے نہیں کیا اگر کسی کو دعویٰ ہے تو ظاہر کرے پس جب اجماعًا اس کا ثبوت بلا انکار قرن صحابہ میں ہوگیا تو یہ مجمع علیہ ہوگیا اور سنت رسول اللہ ہونا اس کا واضح ہوگیا قال علیہ السلام لا تجتمع امتی علی الضلالة پس بعد ایسی قطعی کے کسی اہل فہم کو جرات نہوگی کہ اسکو بدعت کہے مگر ہاں اسکو بھی سنت جانکر دوسرے عدد پر جو کہ سنت سے ثابت ہے اس سے کم یا زیادہ اگر اس پر عمل کرے تو ملامت نہیں مگر اُن لوگوں پر کہ جو آٹھ رکعت پر قناعت کرتے ہیں اور اس سے زیادہ سے اعراض کرتے ہیں بسبب ترک کر دینے سنت خلفار راشدین کے کہ فی نفس الامر وہ بھی سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہے ہے اور بقول علیہ السلام علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المهدیین

۵ فرمایا آنحضرت نے نہ جمع ہوگی امت میری گمراہی پر ۱۲

۶ لازمی بنالو سنت میری اور سنت خلفار راشدین کی جو کہ ہدایت یافتہ ہیں [illegible] یعنی ...

عضو علیها بالنواجذ جو امر موکد ہے شائبہ الزام ضرور ہو گا کیونکہ مراد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی دونوں سنتوں کا معمول بنانا ہے۔ یہ حکم نہیں فرمایا کہ میری سنت کو لیکر خلفا کی سنت کو ترک کردو بلکہ دونو پر التزام کرو کما لا یخفے مگر اس کو بدعت کہنا نہایت زبون اور شنیع ہے بعد اسکے کسی دلیل کی حاجت نہیں اب روایت فتح الباری شرح بخاری کی نقل کی جاتی ہے کہ جس سے مذاہب علماء و فقہاء دریافت ہو جائیں اگرچہ اوپر کی عبارات سے بھی معلوم ہو گئے تھے مگر اس میں زیادہ بسط ہے۔ قال فی فتح الباری لم یقع فی هذه الروایة عدد الرکعات التی کان یصلی بها ابی بن کعب وقد اختلف فی ذلک ففی الموطا عن محمد بن یوسف عن السائب بن یزید انها احدی عشرة رکعة و رواه سعید بن منصور من وجه آخر وزاد فیه وکانوا یقرءون بالمئین و یقومون علی العصی من طول القیام ورواه محمد بن نصر المروزی من طریق محمد بن اسحق عن محمد بن یوسف فقال ثلث عشرة و رواه عبد الرزاق من وجه آخر عن محمد بن یوسف فقال احد وعشرین وروی مالک من طریق یزید بن خصیفة عن السائب بن یزید عشرین رکعة وهذا محمول علی غیر الوتر وعن یزید بن رومان قال کان الناس یقومون فی زمان عمر بثلث وعشرین وروی محمد بن نصر من طریق عطاء قال ادرکتم فی رمضان یصلون عشرین رکعة وثلث رکعات الوتر والجمع بین هذه الروایات ممکن باختلاف الاحوال و یحتمل ان ذالک الاختلاف بحسب تطویل القراءة وتخفیفها فحیث یطیل القراءة تقل الرکعات وبالعکس و بذلک جمع الداودی وغیره والعدد الاول

اہتمام سے سلے بخاری کی اس روایت میں تراویح کی تعداد مذکور نہیں ہوئی جو ابی بن کعب پڑھایا کرتے تھے اور اس میں مختلف روایات آئی ہیں۔ موطا مالک میں محمد بن یوسف سے روایت ہے کہ سائب بن یزید صحابی کہتے ہیں کہ وہ گیارہ رکعت تھیں اور اسی روایت گیارہ والی کو سعید بن منصور نے بھی دوسرے طریق سے روایت کیا ہے اور یہ بھی روایت کیا ہے کہ وہ معین سورتیں پڑھا کرتے تھے اور طول قرأت کے سبب عصا پر تکیہ لگا کر کھڑے ہوتے تھے اور روایت کیا اس کو محمد بن نصر مروزی نے محمد بن اسحق کے طریق سے وہ محمد بن یوسف سے اور اس میں تیرہ رکعت بیان کی ہیں اور عبد الرزاق نے دوسرے طریق سے اکیس رکعت روایت کی ہیں اور مالک نے یزید بن خصیفہ کے طریق سے اس نے سائب بن یزید سے بیس رکعت کی روایت کی ہے اور یہ سوائے وتر کے محمول ہیں اور یزید بن رومان سے روایت ہے کہ لوگ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں تئیس رکعت پڑھا کرتے تھے اور محمد بن نصر نے عطاء کے طریق سے روایت کی ہے کہ عطاء نے کہا میں نے لوگوں کو پایا ہے کہ تئیس رکعت مع وتر پڑھتے تھے ان روایات میں یوں تطبیق دیجا سکتی ہے کہ یہ سب روایتیں مختلف اوقات پر محمول ہیں (یعنی کبھی گیارہ رکعت اور کبھی تیرہ اور کبھی اکیس اور کبھی تئیس پڑھتے تھے) اور یہ بھی احتمال ہے کہ رکعتوں کی کمی زیادتی قرأت کے کم اور زیادہ ہونیکے باعث سے ہے جب قرأت زیادہ پڑھتے تو رکعتیں کم کر دیتے اور بالعکس اسی تطبیق کیساتھ داؤدی وغیرہ اہل علم نے جزم کیا ہے اور پہلا عدد گیارہ رکعت کا آنحضرت

موافق لحديث عائشة المذكور بعد هذا الحديث في الباب والثاني
قريب منه والاختلاف فيما زاد على العشرين راجع الى الاختلاف في الوتر
وكانه كان تارة يوتر بواحدة وتارة بثلاث وروى محمد بن نصر من طريق
داؤد بن قيس قال ادركت الناس في امارة ابان بن عثمان وعمر بن عبد العزيز
يعني بالمدينة يقومون بست وثلاثين ركعة ويوترون بثلث وقال مالك
هو الامر القديم عندنا وعن زعفراني عن الشافعي رايت الناس يقومون بالمدينة
تبسع وثلاثين وبمكة بثلث وعشرين وليس في شيئ من ذالك ضيق عنه قال
ان اطالوا القيام واقلوا السجود فحسن وان اكثروا السجود واخفوا القراءة فحسن والاول
احب الي وقال الترمذي اكثر ما قيل فيه انها تصلى احدى واربعين ركعة يعني
بالوتر كذا قال وقد نقل ابن عبد البر عن الاسود بن يزيد تصلى اربعين و
يوتر بسبع وقيل ثمان وثلثين ذكره محمد بن نصر عن ابن ايمن عن مالك وهذا
يمكن رده الى الاول بانضمام ثلث الوتر لكن صرح في روايته بانه يوتر بواحدة
فتكون اربعين الا واحدة قال مالك وعلى هذا العمل منذ بضع ومائة
سنة وعن مالك ست واربعون وثلث الوتر وهذا هو المشهور عنه
وقد رواه ابن وهب عن العمرى عن نافع قال لم ادرك الناس
الا وهم يصلون تسعا وثلثين يوترون منها بثلث وعن زرارة

کے نقل کے موافق ہے جو اسی باب میں حضرت عائشہ کی حدیث میں مذکور ہے اور دوسرا اور تیرہ رکعت کا بھی اسی کے قریب ہے اور بیس سے زیادہ یعنی
اکیس اور تیئیس میں جو اختلاف ہے وہ وتر کی کمی زیادتی کی وجہ سے ہے کبھی ایک وتر پڑھتے تو اکیس ہو جاتیں اور تین پڑھتے تو تیئیس اور محمد بن نصر نے
روایت کی ہے کہ داؤد بن قیس کہتے ہیں کہ میں نے ابان بن عثمان اور عمر بن عبد العزیز کے عہد میں لوگوں کو مدینہ میں چھتیس رکعت تراویح اور تین وتر پڑھتے
پایا ہے مالک نے کہا ہمارے نزدیک یہی قدیم سے رائج ہے اور زعفرانی سے روایت ہے کہ شافعی نے کہا کہ میں نے لوگوں کو مدینہ میں انتالیس اور مکہ
میں تیئیس رکعت تراویح پڑھتے دیکھا ہے اور ان میں کسی بات پر تنگی نہیں ہے اور شافعی سے روایت ہے کہ اگر لوگ قیام کو لمبا اور رکعتوں کو کم کریں
تو اچھا ہے اور اگر رکعتیں زیادہ پڑھیں اور قرات کو کم کر دیں تو بھی اچھا ہے لیکن قرات کو زیادہ کرنا اور رکعتوں کو کم کرنا میرے نزدیک محبوب تر ہے
ترمذی نے کہا زیادہ سے زیادہ اکتالیس رکعت تک مروی ہے یعنی وتر سمیت۔ ترمذی نے ایسا ہی ذکر کیا ہے اور تحقیق ابن عبد البر نے نقل کیا ہے
کہ اسود بن یزید سینتالیس رکعت پڑھتے تھے اور بعض نے کہا اڑتیس رکعت اسکو محمد بن نصر نے بروایت ابن ایمن مالک سے روایت کیا ہے اور اس کے
ساتھ تین وتر ملانے سے وہی اکتالیس ہو سکتی ہیں لیکن اس میں ایک وتر کی تصریح کی ہے تو انتالیس رکعت ہوئیں مالک نے کہا کچھ اوپر سو برس سے
اسی پر عمل چلا آیا ہے اور مالک سے چھتیس رکعت نفل اور تین وتر بھی منقول ہیں اور مشہور ان سے یہی ہے اور تحقیق ابن وہب نے عمری سے
اور عمری نے نافع سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں میں نے جن (لوگوں) کا زمانہ پایا ہے وہ انتالیس رکعت پڑھتے تھے کہ تین ان میں وتر ہوتا

بن اوفی انہ کان یصلی بھم بالبصرۃ اربعا وثلثین ویوتر وعن سعید بن
جبیر اربعا وعشرین وقیل ست عشرۃ غیر الوتر روی عن ابی مجلز عن
محمد بن نصر واخرج من طریق محمد بن اسحق حدثنی محمد بن یوسف
عن جدہ السائب بن یزید قال کنا نصلی زمن عمر فی رمضان ثلث
عشرۃ قال ابن اسحق وھذا اثبت ما سمعت فی ذالک وھو موافق
لحدیث عائشۃ فی صلوۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم من اللیل واللہ
اعلم انتھٰی الحاصل گیارہ رکعت تراویح سے جو زیادہ عدد منقول ہیں اس پر کسی نے
قرون ثلثہ میں انکار نہیں کیا۔ اگرچہ عمل اس پر نہ کیا ہو تو بس جواز وسنت جملہ
اعداد پر اجماع ہو گیا بعد ازاں قرون کے اگر کسی نے اس پر انکار کیا تو وہ
قابل التفات کے نہیں لہذا بیس رکعات کو یا اُس سے زیادہ کو بدعت کہنا ہرگز
سزاوار نہیں۔ چنانچہ واضح ہو گیا اور یہ مدعا در صورت اتحاد دونوں صلوۃ کے بھی
حاصل ہے بحث تفرقہ ہر دو صلوۃ کے بسبب سوال سایل کے کی گئی اگرچہ رائے
بعض علماء سلف سے یہ رائے خلاف ہو۔ فقط۔ واللہ تعالےٰ اعلم

کتبہ الاحقر

رشید احمد عفی عنہ گنگوہی - ۱۶ شوال ۱۳۱۵ھ ہجری

رشید احمد

اور زرارۃ ابن اوفی تابعی سے روایت ہے کہ وہ بصرہ میں لوگوں کو علاوہ وتر کے چونتیس رکعت پڑھاتے تھے اور سعید بن جبیر (تابعی کبیر) سے
علاوہ وتر کے چوبیس رکعت کی روایت ہے اور بعض نے کہا علاوہ وتر کے سولہ رکعت روایت کیا اس کو محمد بن نصر نے ابی مجلز (تابعی سے)
اور محمد بن نصر نے محمد بن اسحق سے روایت کی ہے کہ مجھکو محمد بن یوسف نے حدیث کی کہ اُن کے دادا صاحب بن یزید صحابی نے کہا کہ ہم حضرت
عمر کے زمانہ میں تیرہ رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے ابن اسحق تابعی کہتے ہیں کہ اساتذہ سے جو ہم نے سنا ہے اس میں بھی تیرہ رکعت ثابت ہیں
اور وہ آنحضرت کی نماز شب کے موافق بھی ہے جو حضرت عائشہ کی حدیث میں مذکور ہے۔ ختم شد۔

حضرت مولینا مولوی رشید احمد صاحب دامت فیوضہم کی جملہ تصانیف

البراہین القاطعہ علیٰ ظلام الانوار الساطعہ	رد بدعات تحقیق معانی سنت و بدعت و تفصیل دلائل ابطال بدعات مروجہ میں ایسی کتاب دیکھی نہ سنی جس کے قواعد کلیہ سے ہر شخص بدعت و سنت کو خود سمجھ لے	۱۲ر
امداد السلوک	ترجمہ رسالہ مکیہ جو تصوف کا ایک مستند رسالہ ہے جو حضرت مولینا رشید احمد صاحب محدث گنگوہی دام ظلہم نے اوائل شباب میں بارشاد حضرت حافظ ضامن صاحب ترجمہ فرمایا تھا فارسی میں ہے	۱۴ر
ہدایۃ الشیعہ	ہادی علی لکھنوی شیعی کے دس سوالوں اور ایک اشتہار کا جواب مع اصل اشتہار و سوالات	۳ر
جیبی زبدۃ المناسک	ضروریات حج سب اسمیں درج ہیں مع محاورات عربی مروجہ مطبوعہ بار دوم واضح خوشخط	۳ر / ۳ر
سبیل الرشاد	مسائل مختلفہ اہل حدیث و حنفیہ جہر آمین و فاتحہ خلف الامام و تقلید وغیرہ کی تحقیق ہے جس کو موافقین و مخالفین دونوں نے تسلیم کر لیا ہے اردو	۱۰ر / ۱ر
لطائف رشیدیہ	چند استفسارات متعلقہ قرآنی آیات کے جوابات مع فتوی ثبوت پردہ مروجہ شرفائے ہند با آیات و روایات و شرح حدیث متعلقہ آخر رجل دخل الجنۃ	۱۰ر
دانہ وطوف تحقیق جماعۃ ثانیہ	مسجد محلہ میں تکرار جماعۃ کی کراہت فقہ و احادیث صحیحہ سے ثابت فرمائی ہے فارسی	۱۰ر
رسالہ تراویح	غیر مقلدین کا رد اور مذہب مقلدین احادیث صحیحہ سے اثبات بابت بست رکعات تراویح	۱ر
فتوے میلاد	چند استفسارات کا جواب جسمیں حضرت مولینا محمد فتح اور ہر سے علمائے مفصل جواب در بارہ مجالس مروجہ میلاد مذکور ہیں +	۱ر
رسالہ جمعہ	اہل حدیث کے ایک فتوے کا جواب ...	۱ر
رسالہ وقف	اہل حدیث نے یہ ثابت کیا تھا کہ اوقاف قرآنی جن پر جملہ قراء و حفاظ کا عمل درآمد ہے بدعت ہیں اس کا جواب احادیث صحیحہ سے	۰ر
فتوے ظہر	ظہر احتیاطی بعد الجمعہ کا جواب	ـر
ہدایۃ المعتدی	قرات فاتحہ خلف الامام میں آپ ہی اپنا نظیر ہے جس کو مخالفین نے بھی پسند کیا ہے	۲ر و ۲ر

جناب مولینا مولوی اشرف علی صاحب دام مجدہ کی تصانیف

فروع الایمان	مومن میں جو خصائل ہونے چاہئیں یعنی خصائل ایمان	۰۲ر
بہشتی زیور دس حصہ مع بہشتی گوہر		۱۲عہ / ۱ر
کلید مثنوی اردو حصہ	یعنی مثنوی حضرت مولانا روم کی شرح	۱۲عہ / ۱۲ر
مناجات مقبول مطبوعہ میرٹھ	۵ر تعلیم الدین ..... ۶ر / ۶ر صفائی معاملات ۱۰ر	
اصلاح الرسوم نو ترمیم	یہ کتاب نہایت مفید واقع ہوئی ہے جسمیں رسوم مروجہ کو دلائل شرعیہ سے باطل کیا ہے	۱۴ر
تکمیل الیقین	احکام الٰہیہ کے اسرار اور حکمتیں ولایتی کاغذ پر	عہر

فتاوی اشرفیہ حصہ اول	۳ر	اصلاح ترجمہ نذیریہ	۱ر
״ ״ دوم	۱۴ر	اصلاح ترجمہ حیرتیہ	۸ر
تحقیق تعلیم انگریزی	ـر	جزاء الاعمال	۱ر
خطب ماثورہ	۱ر	حق السماع	۱ر
علاج القحط والوبار	۸ر	تجوید القرآن نظم	۰ر
الخطاب المليح في تحقيق المهدي والمسيح	۱ر	حقوق الاسلام	۰ر
		طریقہ مولد	۸ر
سبق الغایات فی نسق الآیات	۸ر	الاقتصاد در بحث التقلید والاجتہاد مطبوعہ جدید	۳ر
رونمائے مثنوی	۱ر	حفظ الایمان	۰ر
شجرہ مع تعلیم الطالب	۱ر	خاتمہ بالخیر	۱ر
قصد السبیل	۱ر	القول البدیع	۲ر

ہمارے یہاں علاوہ کتب درسیہ کے حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی نور اللہ مرقدہ اور حضرت مولینا محمد قاسم صاحب نور اللہ مرقدہ اور حضرت مولینا خلیل احمد صاحب مدظلہم۔ اور حضرت مولینا محمود حسن صاحب مدظلہم کی جملہ تالیفات بھی موجود ہیں۔ جن کی مفصل فہرست منگوانے پر بھیجی جاسکتی ہے + ناظرین بہت جلد درخواستیں بھیجیں۔

المشتہر مولوی محمد یحییٰ تاجر کتب دینیہ سہارنپور و گنگوہ

رسالہ ... منشی ... نے چھاپا اور مولوی محمد یحییٰ نے سہارنپور سے شایع کیا